امی ولی بن سکتا ہے کے بیان میں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
بعض علماء کا کہنا ہے کہ جو شخص مروجہ درسِ نظامی کا عالم نہ ہو، وہ ولی نہیں بن سکتا اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ ولی تو بن سکتا ہے مگر پیر و مرشد نہیں بن سکتا تو کیا ولایت و ارشاد اور بیعت مشائخ کیلئے درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے یا نہیں۔ براہ کرم اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید محمد منور شاہ نقشبندی سیفی سواتی
شیخ الحدیث و رئیس دار الافتاء دار العلوم علیمیہ کراچی صوبہ سندھ

الجواب بعون الملک الوھاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الذی جعل بیعۃ الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر مشروطۃ بقرآءۃ الفنون المروّجۃ فی ھذا الزمان والصلوۃ والسلام علی رسولہ و حبیبہ سیدنا محمد المبعوث آخر الزمان و علیٰ آلہ و اصحابہ الذین بایعوا النبی الاکرم ﷺ و وصلوا الی اقصی مراتب الارشاد و الاحسان و ھذا بدون قرآءۃ الفنون المروجۃ فی ما بعد الزمان۔ بل بالسماع و الصحبۃ و البیعۃ مع صحبۃ رسول الانس و الجآنّ علیہ افضل الصلوات و السلام الی تعاقب الدوران و علیٰ اتباعہ الکاملین و ورثتہ الاکملین اصحاب الایقان و العرفان اما بعد!

جاننا چاہئے کہ عالم، مبلغ اور واعظ بننے کی شرائط الگ ہیں اور مفتی و مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے شرائط الگ ہیں جس کی کچھ تفصیل مخزن الحقائق میں بھی درج ہے۔ اور مفتی کی شرائط کو علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رد المحتار ص ۵۲، ۴۷، ۵۳، مطبوعہ بیروت اور مجموعہ

الرسائل ص ۱۲، ۱۱، ج ۱ اور طبقاتِ فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے یا پیر و مرشد بننے کی شرائط الگ ہیں جو مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر کتبِ تصوف میں مذکور ہیں۔ ایک کی شرائط دوسرے میں خلط ملط کرنے سے مسئلہ الجھ جاتا ہے۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لئے جو شرط مروجہ نظامی کے عالم ہونے کی لگائی جاتی ہے اور اس کے حق میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، وہ شرط اور اس کے اثبات کے دلائل مفتی، عالم متبحر اور اچھا مبلغِ حق اور واعظ بننے کے حق میں ہیں۔ اور اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ جلالین شریف ص ۵۷ پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

"ومن للتبعیض لان ماذکر فرض کفایۃ لا یلزم کل الامۃ ولا یلیق بکل احد کالجاھل"۔

اور کلمہ "من" تبعیض کیلئے ہے کیونکہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے اور پوری امت پر تبلیغ کرنا لازم نہیں اور ہر جاہل کے لئے مناسب بھی نہیں ہے کہ وہ تبلیغ کرے۔

اسی طرح علامہ شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"فلا یأمر الجاھل ولا ینھیٰ لانہ ربما امر بمنکر أو نھی عن معروف لعدم علمہ بذالک"۔[1]

یعنی ان پڑھ جاھل کو حق نہیں کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے کیونکہ جاہل اپنی لاعلمی کی وجہ سے کبھی بری اور منھی عنہ (کو نیکی سمجھ کر) کا حکم دیتا ہے اور کبھی نیکی کو (بری اور منھی عنہ سمجھ کر) اس سے منع کرتا ہے۔

[1](تفسیر صاوی ج ۱، ص ۱۶۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"المر بالمعروف یحتاج الی خمسة اشیآء۔ اولھا العلم لان الجاھل لا یحسن الامر بالمعروف"۔[2]

یعنی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کیلئے پانچ چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس میں سب سے پہلے علم کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جاھل بے علم آدمی امر بالمعروف کو کیا جانے۔

امر بالمعروف و نھی عن المنکر کیلئے علم کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے بلکہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ احمد رضا خان افغانی فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جاہل کی تبلیغ زنا سے بدتر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وانما حق العوام ان یؤمنوا و یسلموا ویشغلوا بعبادتھم و معایشھم و یترکوا العلم للعلمآء فالعامی لو یزنی او یسرق کان خیرا لہ من ان یتکلم فی العلم فانہ من تکلم فی اللہ أو فی دینہ بغیر اتقان العلم وقع فی الکفر من حیث لا یدری کن یرکب لجة البحر وھو لا یعرف السباحة۔[3]

ترجمہ: اور یقینا عوام کا حق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام لانے کے بعد اپنی عبادات اور اپنے معاشِ دنیا میں مصروف عمل رہے۔ اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دے پس اگر کوئی عامی زنا یا چوری کرے تو یہ اس کے لئے **تکلم فی العلم** (مبنی بر جہالت سے بہتر ہے اگرچہ گناہِ کبیرہ ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین میں **اتقان فی العلم** کے بغیر گفتگو کرنے والا کفر میں واقع ہو جاتا ہے اور اس کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا (**من حیث لایدری**) جس طرح کوئی شخص دریا کی لہر میں کود پڑے درآں حالیکہ اسے تیرنا

---

[2] (کذافی حاشیة جلالین ص ۵۷، حاشیہ ص ۲۵ والفتاوی الھندیہ ج ۵ باب الامر بالمعروف)

[3] (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۲۱۵ ثم احیاء العلوم ج ۳ باب مداخل الشیطان الی القلب)

نہ آتا ہو۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری جگہ ایک مسئلہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جاھل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ جتنا سنوارے گا۔ اس سے زیادہ بگاڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں جاھل کو وعظ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ کیا تم قرآن میں ناسخ و منسوخ جانتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کیا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا اور ہماری مسجد سے نکل جاؤ اور یہاں وعظ نہ کرنا۔[4]

اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے معارف القرآن ص ۲۸۰، ج ا پر لکھا ہے کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "هلكت و اهلكت مع زيادة" اور فرمایا کہ میری مسجد سے نکلو اور آئندہ نہ آنا لہذا علم کے بغیر کسی کو مبلغ اور واعظ بننا جائز نہیں ہے۔ اور آیت کریمہ "ولتكن منكم امة خير يدعون الى الخير . . . الآية" کی تفسیر میں عام معتمد اور ثقہ مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے علاوہ مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی تبلیغ کے لئے علم و حکمت و دانش کی شرط لگائی ہے اور جاھل مبلغین پر سخت رد کیا ہے اور قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف کرنے والوں کے لئے عالم ہونا وجوبی شرط ہے اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر ان دلائل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی پڑھنا شرط ہے۔ کیونکہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کی شرائط الگ ہیں۔ ہاں یہ بات سونے پہ سہاگہ ہے کہ ایک شخص باشرائط (مثلاً صحتِ عقیدہ، عمل صالح، اور باطنی نور و فیض وغیرھا کا حامل) پیر و مرشد بھی ہو اور ساتھ ساتھ ایک متبحر اور راسخ فی العلم عالم ربانی بھی ہو۔ (جو کہ وارثِ کامل ہوتا ہے) دوسری بات یہ ہے کہ کسی فن کے

---

[4] (بستان العارفین ص ۱۴، قرطبی، ج ا، تفسیر عزیزی، ایضاً وغیرہ)

بارے میں شرائط کا تعین کرنا اس فن کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کام ہے اور انہی کی بات دلیل بھی بنتی ہے۔ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کی شرائط میں مروجہ درسِ نظامی کی شرط تصوف کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مثلا حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور حضرت سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا اس کی شرط لگانا درست نہیں ہے نیز نفس حصولِ تفقہ فی الدین درسِ نظامی مروجہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ صحبتِ اکابر اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بطورِ سماع بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جو علماء، پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہبننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی کی شرط لگاتے ہیں ان میں سے اکثر حضرات خود طریقت و تصوف میں استاذِ کامل (شیخِ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے تربیت یافتہ نہیں ہیں لہذا ان کا قول قابل اعتبار نہیں جیسا کہ فنِ طب میں غیر طبیب یا ناقص طبیب کا قول غیر معتبر ہوتا ہے۔ بہت سے حضرات جنہوں نے مروجہ درسِ نظامی اور فنون نہیں پڑھے مگر درجۂ ولایت پر فائز ہوئے اور رشد و ھدایت کا فریضہ بھی سر انجام دیا مثلا حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام جو اس دنیا میں پہلے بشر تھے انہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے تھے مگر ولی بھی تھے اور پیر و مرشد بھی تھے۔ نبوت و رسالت بھی ملی اور اولو العزم کے رتبہ پر بھی فائز ہوئے اور علمِ لدنی بھی بفضلِ الٰہی مل گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ... الآیۃ البقرۃ ۳۱" یعنی اس نے (اللہ تعالیٰ نے) آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے۔ پھر اسماء کی تفسیر میں بہت اختلافات ہیں (پوری تحقیق تفسیر مظہری میں درج ہے) اسی طرح ولایتِ ملائکہ کرام

علیہم السلام ہے انہوں نے کون سے فنون پڑھے؟ جبکہ وہ اللہ کے ولی اور دوست ہیں۔ اور اس کے حکم سے سر موا انحراف نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے "ویفعلون مایؤمرون" یعنی وہ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کا قبل از وحی ولی اور مرشد ہونا۔ اسی طرح حضرت سیدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیہ ہونا۔ قرآن کریم میں ہے: "وامه صدیقة" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا صدیقیت کے مقام پر فائز تھیں (والتفصیل فی المظہری وغیرہ)۔

اسی طرح حضرت امِ موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: واوحینا الیٰ امِ موسیٰ ... الآیة یہ وحی غیر تشریعی ہے جو اکابر محدث اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو ملتی ہے۔ (کما فی التفسیر المظہری)

اسی طرح حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی زوجہ تھیں، ولیہ تھیں اور آخرت میں آقائے دوجہاں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں شامل ہوں گی۔ اسی طرح قرآن کریم نے حضرت خضر علیہ السلام کی ولایت اور علم کے حصول (بغیر مروجہ فنون کے پڑھے) تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے: "آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکهف ٦٥)" یعنی ہم نے اسے (خضر علیہ السلام) کو اپنی جانب سے رحمت اور علم عطا کیا۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بچپن ہی میں ولایت عطا کر دینا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (کما فی نفحات الانس للعلامه الجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اسی طرح بعض امی حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے ولایت عطا فرمائی تھی اور وہ حضرات بہت سے اکابر مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہوئے، مثلا حضرت حماد بأس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور بظاہر امی تھے۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور بعد میں آنے والوں کے (یعنی مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے) پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے حالانکہ امی تھے۔ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی امی تھے۔(کما فی مقدمة الانوار القدسية) اسی طرح دیگر حضرات بھی تھے جنہوں نے مروجہ فنون نہیں پڑھے مگر وہ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بھی تھے اور رشد و ھدایت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام امت مسلمہ پر پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور پھر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت دیگر تمام مسلمانوں پر مروجہ درسِ نظامی و فنون کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ صحبت مع النبی الاکرم ﷺ اور تعلق باللہ تعالیٰ اور علم باللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ مفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے:إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ کے تحت تحقیق فرمائی ہے۔ اسی طرح خیر التابعین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرن کے جنگلوں میں اونٹ چراتے اور اپنی والدہ محترمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مشغول رہتے انہوں نے تو فنونِ مروجہ و مدونہ نہیں پڑھے لیکن ولایت اور ارشاد کے کتنے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے؟ اسی طرح ولایتِ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل ولادت نص سے ثابت ہے۔ اسی طرح اصحابِ کہف بلکہ اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کتے کی (قطمیر کی) ولایت قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ انہوں نے کون سے مروجہ فنون اور درسِ نظامی کی تحصیل کی تھی؟ اسی طرح ھُدھُد سُلیمان علیہ السلام اور نملۃ سلیمان علیہ السلام، اسی طرح اسطوانۂ حنانہ جو نبی

کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جدائی میں رویا تھا، اسی طرح دیگر حیوانات (جن کا ذکر صاحبِ روح البیان نے کیا ہے) کو ولایت حاصل تھی جبکہ انہوں نے تو کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ اسی طرح حضرت یحیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا جبکہ ابھی وہ بچے ہی تھے۔ وَ آتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (مریم ۱۲)' اس وقت انہوں نے کون سے فنون پڑھے تھے؟ اسی طرح حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کئی کتب تصوف کے مصنف ہیں حالانکہ امی تھے۔

(النفحات للجامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دباغ صاحبِ تفسیر (ابریز تبریز)، شیخ برکۃ ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر کامل مکمل، مشہور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنھوں نے مروجہ درسِ نظامی و فنون نہیں پڑھے تھے بلکہ اُمی تھے، انہیں اللہ تعالیٰ نے ولایت اور اپنی جانب سے علم عطا فرمایا تھا۔ اور یہ حضرات اپنے زمانے میں پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند عالیہ پر فائز رہے۔ مزید تفصیل کے لئے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سید جعفر حسینی نقشبندی سیفی مد ظلہ العالی کی تصنیف لطیف "الجواب الشافی فی اثبات ولایت الامی بفضل الالھی وبسبب صحبۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او الولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" جو فارسی زبان میں ہے، ملاحظہ کریں پس مرتبۂ ولایت و ارشاد کا حصول صرف اللہ کے فضل و عنایت اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت بابرکت پر منحصر ہے نہ کہ مروجہ فنون و درسِ نظامی کے حصول پر۔ اسی طرح ظاہری علم کا حصول بھی مروجہ فنون و درس نظامی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عارفِ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے التزام سے اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے اکثر خلفائِ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صحبت کے التزام اور سماع سے علمِ باطن کے ساتھ ساتھ علم ظاہر بھی حاصل ہوا تھا۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ

گر کنے خدمت بخوانے یک کتب	علمھائی نادرہ یابے ز جیب
در دلت یابے علوم انبیائ	بے کتاب و بے معید و استاد

(لب لباب مثنوی کتاب العلم)

ترجمہ: اگر تو اولیآء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرے اور ایک کتاب پڑھے تو نادرِ علوم اپنے گریبان میں پائے گا، اپنے دل میں انبیاء علیہم السلام کے علوم (ظاہری و باطنی) پائے گا بغیر کتاب اور تختی اور استاد کے"۔ (مثنوی شریف)

اسی طرح حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نے اپنی تفسیر روح المعانی سورۃ جمعہ کی آیتِ کریمہ: "ھو الذی بعث فی الامیین رسو لا . . . الخ" باب الاشارات ص۱۵۷،۱۵۸، (طبع مکتبہ حقانیہ ملتان) میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"اشارۃ الی عظیم قدرتہ عزوجل وان افاضۃ العلوم لاتتوقف علی الاسباب العادیۃ و منہ قالوا! ان الولی یجوز أن یکون امیا کالشیخ معروف الکرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی ما قال ابن الجوزی، وعندہ من العلوم اللدنیۃ ماتقصر عنھا العقول و قال عز بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: قد یکون الانسان عالما باللہ تعالیٰ ذا یقین و لیس عندہ علم من فروض الکفایات، و قد کان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلم من العلماء التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحقائق الیقین و دقائق المعرفۃ مع ان من علماء التابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ من ھو اقوم بعلم الفقہ من بعض الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و من انقطع الی اللہ عزوجل و خلصت روحہ افیض علی قلبہ انوار ألھیۃ تھیأت بھا لا دراک العلوم الربانیۃ و المعارف اللدنیۃ، فالو لایۃ لاتتوقف قطعا

علی معرفة الفقه مثلا علی الوجه المعروف، بل علی تعلم ما یلزم الشخص من فروض العین علی أی وجه کان من قرأة أو سماع من عالم أو نحو ذالک۔

ترجمہ: مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ ل کی قدرتِ عظیمہ کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کی طرف بھی کہ علوم کا افاضہ کرنا اسباب عادیہ پر موقوف نہیں اس لئے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امی ہونا جائز ہے۔ جیسے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے، جبکہ ان کے (حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس اتنے علوم لدنیہ تھے، جس سے عقلیں عاجز ہوتی تھیں۔ حضرت عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ کبھی انسان عالم باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہاور صاحب یقین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل ہوتا ہے حالانکہ اس کے پاس فرضِ کفایہ علوم نہیں ہوتے اور یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقائق یقینیہ اور معرفت کے دقائق کی بناء پر علماء تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ عالم تھے اگرچہ بعض علماء تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عالم تھے۔ اور جو شخص اپنا تعلق مخلوق سے منقطع کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کی روح (نفس سے) آزاد ہوگئی تو اس کے قلب پر انوار الٰہیہ انڈیلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ علوم ربانیہ اور معارف لدنیہ کے ادراک کی استعداد حاصل کرلیتا ہے۔ پس ولایت کا حصول قطعی طور پر علومِ رسمیہ مثلاً نحو، معانی، اور بیان وغیرہا پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہی معروف و مروجہ علمِ فقہ پر موقوف ہے۔ بلکہ فرضِ عین علم کی تحصیل بھی کافی ہے چاہے اس فرض، عین علم کا حصول مروجہ طریقے سے ہو یا کسی عالم باعمل (یا شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے سماع کے طریقے پر ہو یا دیگر کسی واسطے سے ہو ... الخ[5]

---

[5](تفسیر روح المعانی)

پس اس عبارت سے یہ معلوم ہو گئی کہ اس زمانے میں مراتب ولایت وارشاد کے حصول اور علوم شرعیہ کے حصول کے لئے مروجہ فنون کا پڑھنا لازم و شرط نہیں ہے بلکہ ان کے حصول علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت اور ان سے سماع کرنے اور ان کی توجہات عالیہ سے خصوصاطریقہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں سے بھی حاصل ہوتا ہے۔کیونکہ ان کی ایک توجہ سو چلّوں سے بہتر ہے۔(کمافی المکتوبات الشریفہ للامام الربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

اور اس سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ میں وصول الی اللہ تعالیٰ میں بچے،نوجوان،بوڑھے اور عورت برابر ہیں،بلکہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مردے بھی فیض پاتے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقف اسرار متشابہاتِ قرآنی نے اپنے مکتوبات شریفہ میں تحقیق فرمائی ہے۔جبکہ وراثتِ حقیقی دونوں علوم(علمِ ظاہر و باطن)کے جمع کرنے پر منحصر ہے۔پس علم ظاہر، جس طرح مروجہ فنون سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صحبت کے التزام اور ان سے سماع کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔اور علم باطن مشکوٰۃ صدر النبی ﷺ سے انعکاس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔چاہے بلا واسطہ ہو یا بواسطہ یا بالوسائط ہو۔جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری میں اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوب نمبر ۱۳ج ۲، م نمبر ۵۴، ج ۱ میں تصریح فرمائی ہے،لہٰذا ان کتابوں کی طرف مراجعت فرمائی جائے۔

آخر میں ہم چند نکات کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو جائے:

(۱)نکتہ اولیٰ: یہ ہے کہ وراثتِ حقیقی جمع بین العلمین (علم ظاہر و علم باطن) پر منحصر ہے حدیث مبارکہ ہے:"العلماءورثةالانبياء"یعنی علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیہم السلام

کی وارث ہیں۔ اور دوسری حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علم ہے۔ اور یہ بات عقلاً و نقلاً ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام دونوں علوم کے جامع ہوتے ہیں۔

کما فی الحدیث: "العلم علمان فعلم فی القلب فذالک ھو العلم النافع و علم علی اللسان فذالک حجة اللہ علیٰ ابن آدم علیه السلام(مشکوۃ و احیاء العلوم) (و کما فی حدیث البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائین ای من العلم اما الاول فبشثته فیکم (ای بلسان القال) و اما الاٰخر فلو بشثته فیکم (بلسان المقال) لقطع ھذا البلعوم۔ و التفصیل فی احقاق المعالی و المظھری و المرقات و اشعة اللمعات فلیراجع)۔

اگر ایک علم ہو اور دوسرا نہ ہو تو یہ نقص ہے اور نقص انبیاء کرام علیہم السلام میں قطعاً متصور نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انبیاء کرام، علیہم السلام کے کامل وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہی ہوں گے جو علمِ ظاہر اور علمِ باطن دونوں کے جامع ہوں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)"

یعنی "اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے خشیت رکھنے والے علماء ہی ہیں"۔

اور تفسیر روح المعانی اور مظہری میں ہے کہ یہاں علماء سے مراد علماء باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور جامع وارثین ہیں نہ کہ صرف ظاہری فنون کے حامل علماء۔

حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"من لم یخش اللہ فلیس بعالم"۔[6]

---

[6](حدیقة الندیه ج ۱، و کذافی المظھری)

یعنی جو اللہ تعالیٰ سے خشیت نہیں رکھتا وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔ اور مراتب خشیت علم باللہ کی تکثیر سے حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو حقیقی عالم نہ ہو وہ حقیقی وارث بھی نہیں ہو سکتا (فافہم)۔

قرآن و حدیث کی وضاحت کے بعد اب آئمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

سراج الامۃ حضرت سیدنا امام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

"لو لا سنتان لھلک نعمان"۔

یعنی اگر میری عمر کے دو سال تحصیلِ کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہو جاتا۔

پس ان دو سالوں سے مراد مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہونے سے پہلے ابتدائی جوانی کے دو سال ہیں جن میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ میں (ایک قول کے مطابق) اور حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ علویہ قادریہ میں کمالات باطنیہ حاصل کئے۔ نور فراست اور کمالات باطنیہ اور علوم ظاہرہ کی تحصیل کے بعد مرتبہ اجتہاد مطلق پر فائز ہو کر مسائل اجتہادیہ میں استنباط فرما کر امت مسلمہ کے لئے روشن چراغ بن گئے۔ حضرت امام الشریعۃ والطریقۃ مولانا محمد ہاشم سمنگانی اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "لو لا سنتان لھلک نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ" میں سین کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا راجح ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو سُنتیں یعنی ثابت بالسنۃ چیزیں (علم باطن و علم ظاہر) نہ ہوتیں تو نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلاک ہو جاتے کیونکہ محرماتِ ظاہرہ اور باطنہ سے اجتناب اور فرائض ظاہرہ اور باطنہ کا امتثال ان دو علوم پر مبنی ہے۔ اور ان دو علوم کے بغیر محرمات کا ارتکاب

اور فرائض کا ترک لازم آتا ہے جو کہ ہلاکت ہے لیکن علمِ ظاہر اور احکامِ شرعیہ کا علم مروجہ و مدونہ فنون پر موقوف نہیں بلکہ اگر فنونِ مدونہ کے ذریعے حاصل ہو جائے یا صحبتِ مشائخِ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے فقہ اور علم اخذ کیا جائے یا علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال سننے سے حاصل ہو جائے ۔ ان تمام صورتوں میں علمِ ظاہر سے اتصاف صحیح ہے بلکہ مؤخر اللذکر دو طریقے تو خیر القرون بالخصوص عہدِ نبوی ﷺ میں معمول تھے۔

کتاب اثبات البیعت (مصنفہ: پیر طریقت رہبر شریعت قطب سرحد فی زمانہ حضرت سراج الحق سیفی مرحوم) کے حاشیہ پر ہے:

حضرات آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبتِ اختیار کی ہے۔ ہمارے مذہب کے پیشوا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی فقاہت و علمیت کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے: "الناس کلهم عيال ابی حنيفة رضی اللہ تعالیٰ عنه فی الفقه" یعنی سارے لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنبہ ہے جن کی نیکی اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ طبقاتِ کبریٰ ص ۴۶ پر ہے۔

"ختم القرآن فی الموضع الذی مات فیه سبعة آلاف مرة"۔

یعنی جس جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات ہزار ختم قرآن کئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کئے اور دو سال ان کی صحبت میں رہے فقط یہی نہیں بلکہ ان دو سالوں کو اپنی پوری زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: "لو لا سنتان لهلک نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنه" حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضِ صحبت سے بہت کچھ پایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود عالمِ ربانی اور متبع سنت ہونے کے حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوتے اور ان سے علوم باطنیہ اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے جبکہ وہ ایک مسکین چرواہے تھے اور بظاہر امی تھے۔ جب ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا جاتا کہ آپ مقتدائے زمانہ ہو کر ایک سیدھے سادے شخص کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہم ان سے وہ کچھ حاصل کرتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"و کان یقول صحبت الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشر سنین"۔

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں دس سال گزارے ہیں۔

(محشی: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی مد ظلہ العالی)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"من تفقہ و لم یتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم یتفقہ فقد تزندق و من جمع بینھما فقد تحقق"۔

کما فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ج ۱ ذیل حدیث (العلم علمان الخ)۔

یعنی جس نے صرف علمِ ظاہر کو حاصل کیا اور امراضِ باطنیہ سے اپنے نفس کو پاک نہ کیا تو وہ فاسق رہے گا۔ اور جس نے تصوف پڑھا مگر فقہ نہیں پڑھا تو وہ زندیق ہو گیا۔ کیونکہ پھر طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھے گا اور ظاہر شریعت سے انکار کرے گا اور بہت سی ضروریاتِ دین سے بوجہ

جہالت انکار کرے گا۔ پھر تفقہ فی الدین فنونِ مروجہ پڑھنے پر منحصر نہیں بلکہ صحبتِ اکابر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی بطور سماع حاصل کیا جاسکتا ہے (کمامر) اور جس نے دونوں (علمِ ظاہر و علم باطن) کو جمع کیا پس وہ مقام تحقیق اور مقامِ وراثت تک پہنچ گیا۔ ان آئمہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال و افعال سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی وراثت دونوں علوم (علم ظاہر و علم باطن) کے حاصل کرنے پر منحصر ہے۔ حضرت امام ربانی واقف سر لامکانی قیوم زمانی مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ احمد فاروقی سرھندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے (مکتوب نمبر ۲۶۸، ج ۱، م ۵۴، ج ۲، م ۱۳، ج ۲) پر اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیرِ مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر تصریح فرمائی ہے کہ کامل وراثت جمع بین العلمین سے حاصل ہوتی ہے۔

عبارات ملاحظہ ہوں:

مکتوب نمبر ۱۳ ج ۲: اس بیان میں کہ علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نصیب کیا ہے اور صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حصہ میں کیا آرہا ہے۔ اور علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں ان کے نصیب میں کیا ہے؟ مرزا شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

حمد و صلوۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مبارک خط جو از روئے کرم کے صادر فرمایا تھا۔ برادرِ عزیز شیخ محمد طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہنچایا اور خوش وقت کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ایسے مکتوبات کے ساتھ جو نصیحتوں سے پر ہوں، یاد فرماتے رہیں۔ میرے مخدوم و مکرم النصیحة هی الدين و متابعة سيد المرسلين عليه و عليهم من الصلوات

افضلھا و من التحیات اکملھا یعنی سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلینا کا دین اور ان کی متابعت اختیار کریں۔

سید المرسلین ﷺ کے دین اور متابعت سے علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم رکھتے ہیں، احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں، اور علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا نصیب جو انبیاء کرام علیھم السلام کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت تشابہاتِ قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے طور درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت تبعیت کے طور پر انبیاء کرام علیھم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔ اسی واسطے **"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"** کے شرفِ کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ پس آپ کو بھی لازم ہے کہ علم و عمل و حال و وجد کے روئے سے حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین و اھل طاعتہ اجمعین الصلواۃ والتحیات کی متابعت بجالائیں تاکہ اس وراثت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو، جو نہایت اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔ والسلام۔ [7]

---

[7] (مکتوبات امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلد دوم دفتر دوم مکتوب نمبر ۱۳)

مکتوب نمبر ۵۴ ج ۲: یہ مکتوب شریف طویل ہے ہم اپنے مدعا کی مناسبت سے مختصراً نقل کرتے ہیں:

اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں اور وہ سات درجے ہیں۔ ہر ایک درجہ کی تفصیل میں سید شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

(۱) پہلا درجہ عوام اہل اسلام کیلئے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینانِ نفس (جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے) سے پہلے احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے اور علماء ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و زاھد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا معاملہ ابھی تک اطمینان نفس تک نہیں پہنچا۔ متابعت کے اس درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی صورت حاصل ہونے میں برابر ہیں (ملخصًا)

(۲) دوسر درجہ آنحضرت ا کے اقوال و اعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے مثلاً تہذیبِ اخلاق۔، بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض کا رفع کرنا وغیرہ جو مقامِ طریقت کے متعلق ہے۔ اتباع کا یہ درجہ اربابِ سلوک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو طریقہ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو شیخِ مقتداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اخذ کرکے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔ (ملخصًا)

(۳) تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان اذواق واحوال ومواجید کی اتباع ہے، جو ولایتِ خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا سالک مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جب مرتبہ ولایت ختم ہو جاتا ہے اور اطمینان نفس حاصل ہو کر طغیان و سرکشی ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت جو کچھ متابعت کرتا ہے وہ متابعت کی حقیقت ہوتی ہے۔ (ملخصًا)

(۴) چوتھا درجہ نفس کے مطمئن ہونے اور اعمالِ صالحہ کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ وابستہ ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت سے متحقق ہو چکے ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ "اصحاب ولایات ثلاثہ قبل الکمالات والحقائق" کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے پس علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے، جو اتباع کی حقیقت ہے، متحقق ہوتے ہیں (ملخصًا)

(۵) متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں۔ بلکہ ان کا حاصل ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلے میں دوسرے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوا العزم پیغمبروں علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کے ساتھ جن کو تبعیت ووراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں (ملخصًا)

(۶) متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجہ کے سوا متابعت کے یہ پانچ درجات مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انکا حاصل ہونا صعود پر وابستہ ہے۔ (ملخصًا)

(۷) متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ھبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقامِ نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی ہے۔ اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان و سرکشی سے باز آگئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے الخ... پس کامل تابعدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو، اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں تو وہ درجات کے اختلاف کے بموجب فی الجملۃ طور پر تابع ہے۔

علمائے ظاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے درجہ پر ہی خوش ہیں کاش یہ لوگ درجۂ اول کو ہی سرانجام کرلیں۔ انہوں نے متابعت کو صورتِ شریعت پر موقوف کرر کھاہے۔ اس کے سوا کوئی اور امر خیال نہیں کرتے۔ اور طریقہ صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو جو درجاتِ متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر علماء ہدایہ اور بزدوی کے سوا کسی اور امر کو اپنا پیر و مقتداء نہیں جانتے۔ (ملخصًا)[8]

[8] (مکتوبات شریفہ جلد دوم دفترِ دوم مکتوب ۵۴)

مکتوب نمبر ۲۶۸ ج ا: اس بیان میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کا علم کون سا ہے اور ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو حدیث ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' (رواہ الشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الفتوحات) میں واقع ہوئے ہیں، کون سے ہیں؟ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء کرام علیھم السلام کی وراثت سے باقی رہا ہے۔ وہ علم توحید وجودی اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت کے ان اسرار کے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (قبل از مقامِ رسوخ) نے تکلم کیا ہے اور ان کے مناسب امور کے بیان میں خانخانان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف صادر ہوا ہے۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی: اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ ان حدود کے فقراء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ والمسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم و عافیتکم و ثباتکم و استقامتکم۔ چونکہ علمِ وراثت کی بحث درمیان میں آگئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ''العلماء ورثۃ الانبیآء'' یعنی علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیھم السلام کے وارث ہیں۔ وہ علم جو انبیاء کرام علیہم السلام سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم الاحکام اور دوسرا علم الاسرار اور عالمِ وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہے جس کو ان دونوں علوم سے حصہ حاصل ہو، نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب میں نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل'' (رواہ الشیخ الاکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی الفتوحات) یعنی میری امت کے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی طرح ہیں۔ ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے مراد علماء وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں نہ کہ غرمآء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہو کیونکہ وراث کو قرب اور جنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے علم ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یہ کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے۔ اور عالمِ مطلق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علوم سے پورا حصہ حاصل ہو... الخ۔[9]

عبارت مظہری: قال القاضی ثناء اللہ الفنی الفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ (المظھری ص ۱۱۰، ج ۱) ذیل قولہ تعالیٰ ''وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرۃ ۱۰۲)''... فان قیل الیس قد قال اللہ تعالیٰ (وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ) علی التاکید القسمی فما معنی قولہ تعالیٰ (لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ) قیل معناہ انھم لما لم یعملوا بما علموا فکانھم ما علموا او قیل المثبت العقل الغریزی والعلم الاجمالی بقبح الفعل و ترتب العقاب والمنفی العلم بحقیقۃ ما یلحقہ من العذاب والمختار عندی ان العلم علمان (۱) علم یتعلق بظاھر القلب و ذا لا یستتبع العمل و منہ علم الیھود (یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم) لا یجدیھم معرفتھم شیأ (مثلھم کمثل الحماء یحمل اسفارا) (۲) علم وھبی یتخلص الی صمیم القلب بعد انجلآئہ والی النفس بعد اطمینانہ وھو المعنی فی قولہ تعالیٰ (انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء... الآیۃ) و قولہ علیہ السلام ''العلماء ورثۃ الانبیآء علیہ السلام'' یحبھم اھل السماء و یستغفر لھم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامۃ

---

[9] (مکتوب ۲۶۸ ج ۱)

"(رواه ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (واشار الی کلا العلمین افضل الانبیاء علیہ الصلوۃ والثناء (خیر الخیار خیار العلماء وشر الشرار شرار العلماء) رواہ الدارمی من حدیث الاحوص بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال "العلم علمان: فعلم فی القلب فذالک العلم النافع وعلم علی اللسان فذالک حجۃ اللہ علی ابن آدم" رواہ الدارمی، ... الخ۔[10]

ترجمہ: حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مظہری ص ۱۱۰، ج ۱ پر اس آیت کریمہ: "وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرۃ ۱۰۲)" کے تحت فرماتے ہیں کہ (پس اگر یہ کہا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے "وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ" فرما کر تاکید قسمی "یعنی لام قسم اور تاکید دخول قد بر ماضی دونوں" کے ساتھ ان کے علم کا اثبات نہیں فرمایا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول "لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرۃ ۱۰۲)" کا کیا مطلب ہے؟ پس جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ س کا یہ معنی ہے کہ جب انہوں نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا تو وہ ایسے ہیں جیسے کہ جانتے نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مثبت (یعنی جس علم کا اثبات کیا گیا ہے) وہ عقل غریزی (طبعی) اور فعل کی برائی اور اس پر مرتب ہونے والے عقاب (سزا) کا علم (اجمالی) ہے۔ اور منفی (جس علم کی نفی کی گئی ہے) وہ علم ہے جو عذاب کی حقیقت سے ملحق ہے۔ اور (حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک مختار بات یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ علم جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے عمل نہیں پھوٹتا (یعنی علم ظاہر بلا عمل) اور اس قسم سے علم یہود ہے۔ "یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" یعنی وہ انہیں (نبی کریم ﷺ) کو اس طرح

---

[10] (تفسیر مظھری، ص ۱۱۰، ج ۱)

جانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں) مگر اس معرفت نے انہیں کچھ نفع نہ پہنچایا۔ اور دوسرا علم وہ ہے جو دل کی صفائی اور اطمینانِ نفس کے بعد دل و نفس میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور یہی مراد و مقصود ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ "اللہ کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ہیں" اور نبی کریم علیہ السلام کے قول کا کہ "علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء کرام علیھم السلام کے وارث ہیں اور انہی سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب وہ اس دنیا سے وصال کر جاتے ہیں تو دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں قیامت تک) اسے ابن نجار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور افضل الانبیاء ﷺ نے بھی اپنے اس قول سے ان دو علوم کی طرف اشارہ فرمایا ہے: "اچھوں میں اچھے بہتر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور بروں میں برے شریر علماء ہیں"۔ اس حدیث کو دارمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احوص بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

"ایک علم القلب اور یہی علمِ نافع ہے اور دوسرا علم اللسان اور یہ علم بنی آدم پر اللہ کی حجت ہے"۔

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس موضوع پر مکمل تفصیل سلطان الاولیائ، مجدد عصر حاضر، قطب الارشاد حضرت مرشدنا خواجہ سیف الرحمٰن مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب (ھدایۃ السالکین) اور فقیر امین اللہ سیفی غفرلہ کی کتاب "احقاق المعالی ج ۱" میں نکتہ نمبر ۵ کے تحت درج ہے۔ نیز فرضیت علم باللہ (علمِ باطنی) اور اشرفیت علم باللہ بر علمِ ظاہر کے دلائل

بھی درج کئے گئے ہیں اور کامل وارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دونوں علوم کی شرط ہونے پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ جس میں سے یہ بات بھی ہے کہ علمِ ظاہر قرآۃ کتب اور سماع و صحبتِ اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور دیگر مختلف ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اور علم باطن صحبت و بیعت مع الاولیاء الکبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اور فضل و کرم ایزدی جل جلالہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (فلیراجع الیھما)

(۲) نکتہ ثانیہ: یہ ہے کہ شریعت و طریقت میں کوئی مغایرت نہیں ہے یعنی یہ ایک دوسرے سے جدا اور الگ نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں ۔ بعض لوگ (جیسے فرقہ باطنیہ) کا نظریہ ہے کہ شریعت علیحدہ اور طریقت کوئی اور چیز ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ علوم شریعت حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کو کسی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ اس سے استہزاء و انکار کرتے ہیں اور اپنی من مانی طریقت گڑھ کر شرعی احکام پر طعن و طنز کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کہ حقیقی صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عام مسلمانوں بلکہ عام علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت کہیں زیادت شریعت پر خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے عمل کرتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ان کی صحبت میں آنے والا بھی شریعت اور اس کے احکام کو محبوب رکھتا ہے اور حتی المقدور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ اور ولایت حقیقی اتباع شریعت و اتباعِ سنت اور کامل مکمل مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقت کی مبارک صحبتوں اور ان کی توجہات عالیہ کی تاثیر سے بفضل الٰہی مل جاتی ہے۔ اس موضوع پر مختلف علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستقل کتابیں مختلف ناموں سے لکھی ہیں، جیسے شریعت اور طریقت وغیرہ۔

(۳) نکتہ ثالثہ: یہ ہے کہ پہلے واضح ہو گیا کہ امی شخص ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے لیکن آیا وہ پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں صحیح بات یہ ہے

کہ امی شخص پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے اور بعض کتابوں میں مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے، علم العقائد فقہ اور تفسیر و حدیث کا عالم ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے (مثلا بریقہ نور ظلم اور القول الجمیل وغیرھا میں) تو اس سے مراد بقدرِ ضرورت عقائد حقہ اور احکامِ ضروریہ شرعیہ کے علم کا حصول ہے جو کہ فرضِ عین علوم میں آتا ہے۔ تفصیلی طور پر مذکورہ فنون یا دیگر مروجہ فنون و درس نظامی کا پڑھنا مراد نہیں ہے۔ اور نہ ہی فنون مروجہ کی سلف صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ اور خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں تدوین ہوئی تھی تو اس کا پڑھنا ولایت و ارشاد کے لئے کیوں کر شرط ہو سکتا ہے؟ نیز متعدد بار یہ بھی واضح ہوا کہ علوم ظاہریہ کی تحصیل بھی درسِ نظامی کی مروجہ کتب پڑھنے پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر ذرائع مثلا علمائے راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سننے اور مشائخ کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کے التزام سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے :۔ حدیث مبارکہ میں ہے: "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" یعنی میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔ "فالاقتداء بھم انما یثبت کونھم مرشدین فافھم"۔ یعنی ان کی اقتداء کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ سب مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مروجہ و مدونہ فنون نہیں پڑھے تھے۔ اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے بھی تھے جو ایک مرتبہ یا چند مرتبہ صحبتِ نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے تھے مگر پھر بھی امت کے لئے مرشد اور رہنما ہوئے اور باقی امت کے اکابر علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے افضل ہوئے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ علم (ظاہری شرعی بھی) انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور ہر مسلمان (مکلف) مرد و عورت پر (بقدرِ ضرورت) فرض ہے مگر ولی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے تمام علوم وفنون ومروجہ درسِ نظامی کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرضِ عین نہیں ہے۔

(۴) نکتہ رابعہ: (۱) مردوں کی بیعت کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ فتح میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (الفتح ۴۸)

ترجمہ: وہ لوگ جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر رہے ہیں بے شک وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ید بلا کیف (اور معونت وفیض ونور ونعمت وخیر) ان کے ہاتھوں پر ہے۔ جس نے عہد (بیعت) توڑا تو اس عہد (بیعت) توڑنے کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور جو اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا تو عنقریب خدا اسے بڑا اجر دے گا۔

اس قولِ خداوندی ل پر بار بار نظر ڈالیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کے لئے نہ سارے علوم کو لازم کیا اور نہ ہی درسِ نظامی کو شرط قرار دیا اور اس بیعت پر جو خیرات وبرکات اور انوار و فیوض اور درجاتِ قرب وولایت مرتب ہوتے ہیں اس کو "ید اللہ فوق ایدیھم" اور "فسیؤتیہ اللہ اجرا عظیما" میں اشارہ فرمایا ہے اور مظہری کے قول کے مطابق جنت مقام رضا اور رؤیۃ اللہ فی الجنۃ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ لہذا ہمیں یہ بھی جائز نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیعتِ اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس پر مرتب ہونے والے مرتبۂ ولایت وارشاد کے لئے درسِ نظامی پڑھنے کو شرط قرار دیں اور اپنی رائے سے قرآن پاک کی آیت میں زیادتی کریں۔ (۲) اسی طرح آیت کریمہ: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (الفتح ۱۸) اس میں بھی بیعت اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات (ولایت وارشاد) کے لئے تمام فنون ومروجہ درسِ نظامی کو شرط نہیں قرار دیا (فافہم) رہا

بیعت کی اقسام مثلا (بیعت بالجہاد، بالتقوی، بالاستقامۃ، بالخلافۃ والامارۃ یا بیعت باالایمان اَو بالجہاد او بالاکتساب المعارف الباطنیۃ و مراتب الولایت) کا مسئلہ تو ہر ایک کی دلیل اور اس کے حکم کی تفصیل الگ موقع چاہتا ہے۔ اور اس کی پوری تفصیل تصوف کے مطولات میں موجود ہے۔

(۳) عورتوں کی بیعت کا ذکر سورۃ ممتحنہ پ۲۸، ع۸ میں ہے:

قال اللہ تعالیٰ: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الممتحنۃ ۱۲)

ترجمہ: اے نبی اکرم ﷺ جب مسلمان عورتیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ ﷺ کے پاس آئیں تاکہ بیعت کریں آپ ﷺ سے ان باتوں پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ بچوں کو قتل کریں گی اور نہ لاویں گی بہتان کہ باندھ لیویں اس کو درمیان ہاتھ اپنے کے اور پاؤں اپنے کے اور نہ نافرمانی کریں گی تیری بیچ کسی حکم شرعی کے۔ پس آپ ﷺ انہیں بیعت کر لیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات مبارکہ سے نفسِ بیعت اور طریقۂ بیعت دونوں ثابت ہوئے کہ مردوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ دینے سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ "ید" کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اور عورتوں کی بیعت زبانی ہو گی۔ ہاتھ میں ہاتھ دینا نہیں ہے۔ اسی طرح عورتوں کی بیعت کی شرائط پر سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفصل مکتوب ج ۲ دفتر ۲ مکتوب نمبر ۴۱ لکھا ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مولوی عبدالحئی لکھنوی نے حاشیہ مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں نفی مس ید الامرأۃ الاجنبیۃ کو بصورت عدم حجاب (کپڑا، رومال وغیرہ) اور رخصت و اثبات فی صورۃ الحجاب کو احادیث کی

رود شنی میں بیان کیا ہے اور القول الجمیل میں بھی کچھ شرائط وضوابط بیان ہوئے ہیں اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے **بیعت مع النساء الاجنبیات بالعصا أو بالعمامة** ثابت ہے لیکن بغیر حجاب مس ید سے **بیعت مع النساء الاجنبیات** ثابت نہیں۔ **(والتفصیل فی کتب التصوف)**

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے **"اذا جآئک"** فرما کر بیعت کے لئے درس نظامی وغیرہ فنون وعلوم پڑھنے کی شرط نہیں لگائی۔ چونکہ کتاب اللہ کی تقیید اس کا نسخ ہے اور اس کا نسخ خبر واحد سے جائز نہیں تو ہمارے قیاس سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ہمیں قرآن وسنت، آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور ہر فن کے اپنے محققین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واہل اجتہاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کرنی چاہئے اور اپنی رائے کو دین ومذہب اور اکابر دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تابع کر کے ایک سچا مسلمان بننا ضروری ہے۔

(۴) اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن جریر بن عبد اللہ الجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بایعت: رسول اللہ ﷺ علی اقامة الصلوۃ وایتآء الزکاۃ والنصح لکل مسلم۔[11]

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے نماز قائم کرنے پر زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی مندرجہ بالا حدیث میں کیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے سارے علوم حاصل کرنے کا حکم دیا اور کیا جب انہوں نے مروجہ سارے علوم حاصل کر لئے تو پھر اس کے بعد آپ علیہ السلام سے بیعت لی؟ ہر گز ہر گز نہیں؟ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اسلام لا چکے تھے اس لئے یہ

---

[11] (صحیح بخاری ج ا ص ۱ ا)

بیعت اسلام کی نہیں تھی بلکہ یہ وہی بیعت تھی جو طریقت میں مروج ہے جس میں احکام ظاہری و باطنی کے التزام کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جو صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول ہے۔

(۵) دوسری حدیث شریف میں ہے کہ:

عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبعۃ او ثمانیۃ او تسعۃ فقال الا تبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبسطنا ایدینا فقلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما قد بایعناک فعلیٰ ما نبایعک قال ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وتصلو الصلوۃ الخمس وتسمعوا وتطیعوا واستر کلمۃ خفیۃ قال ولا تسئلوا الناس شیئا فلقد رأیت بعض اولئک النفر یسقط سوطہ فلا یسئل احدا یناولہ۔[12]

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے (ہم سات، آٹھ یا نو آدمی تھے)۔

آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ ہم نے تو آپ علیہ السلام سے بیعت کی ہے پھر کس چیز پر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت کریں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچ وقت کی نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو۔ راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ حالت دیکھی کہ اتفاقاً چابک بھی گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اٹھا کر انھیں دیدے بلکہ خود اٹھایا۔ اس حدیث مذکورہ میں بھی کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ بیعت طریقت کیلئے پہلے علوم مروجہ پڑھے جائیں پھر بیعت کی جائے نیز حدیث

---

[12] (ابن ماجہ ص ۲۰۶)

مذکور میں بیعت ایمان و جہاد کے بعد بیعتِ بالتقویٰ والانقیاد والاستغناء ہے جو کہ بعینہٖ بیعت سلوک ہے۔

(۶) تیسری حدیث ہے:

”عن مجاشع بن مسعود السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی علیہ السلام ابایعہ علی الھجرۃ فقال ان الھجرۃ قد مضت لأھلھا و لکن علی الاسلام و الجھاد و الخیر۔[13]

ترجمہ: مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تاکہ ہجرت پر بیعت کروں تو آپ علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا کہ ہجرت، اہل ہجرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے ہو چکی یعنی اب ہجرت فرض نہیں رہی البتہ اسلام، جہاد اور بھلائی پر بیعت ہو سکتی ہے۔

اس حدیث شریف میں لفظ ”خیر“ آیا ہے جو کہ جامع ہے جس میں تمام نیکیوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور اس سے بیعت سلوک و تصوف کا صریح اثبات ہوتا ہے۔ کیونکہ حقیقی عارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے کمالاتِ باطنیہ و مراتب قربِ الٰہی و درجات ولایت اور تصفیہ و تزکیہ قلب و نفس و قالب اور انوار و تجلیات و فیوضات اور حصول تقویٰ کاملہ ظاہری و باطنی اور توفیق علم و عمل و اخلاص اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کی بیعت کی جاتی ہے جو کہ تمام کے تمام امور خیر اور فرائض مہمہ ہیں۔

(۷) چوتھی حدیث ہے کہ:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا اذا بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع و الطاعۃ یقول لنا فی استطعتم۔[14]

---

[13] (مسلم ج ۲ ص ۱۳۰)

[14] (مسلم ج ۲ ص ۱۳۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے تو آپ ﷺ فرماتے جس پر تمہیں استطاعت ہو سکے۔ یہ بھی تسلیمی اور انقیاد فی امور الخیر وفق الاستطاعۃ پر بیعت کی دلیل ہے جو بعینہ بیعت سلوک ہے۔

(۸) پانچویں حدیث ہے:

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج النبی ﷺ فی غداۃ باردۃ والمھاجرون رضی اللہ تعالیٰ عنھم والانصار رضی اللہ تعالیٰ عنھم یحفرون الخندق فقال اللھم ان الخیر خیر الآخرۃ: فاغفر للانصار رضی اللہ تعالیٰ عنھم والمھاجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم فاجابوا: نحن الذین بایعوا محمداً ﷺ علی الجھاد ما بقینا ابداً۔ وفی روایۃ۔ (اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم)[15]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ٹھنڈی صبح کو نکلے جبکہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم خندق کھود رہے تھے تو آپ علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا کہ اے اللہ بہتر خیر تو آخرت والی ہے لہٰذا مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاف فرمادے تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔ اس روایت سے بیعت کے اثبات کے علاوہ اس کے خیرات و برکات بھی ثابت ہوتے ہیں۔

(۹) چھٹی روایت ہے:

عن یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت لسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی أی شیء بایعتم النبی ﷺ یوم الحدیبیۃ قال علی الموت۔[16]

---

[15] (بخاری ج ۲ کتاب الاحکام ص ۱۰۶ و کذا کتاب المغازی)

[16] (فتح الباری ج ۳، ص ۱۶۷)

ترجمہ: یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی تو فرمایا موت پر۔ یعنی جب تک موت نہیں آئے گی اس وقت تک جہاد، اطاعت، تقویٰ اور امور خیر میں آپ اکا ساتھ دیتے رہیں گے۔ ان تمام احادیث سے ایک طرف بیعتِ سلوک کا اثبات ہوا تو دوسری طرف یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے لئے، ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے یا پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بننے کے لئے مروجہ درسِ نظامی اور مدونہ فنون کا پڑھنا شرط نہیں اور علوم شرعیہ ضروریہ کا حصول درسِ نظامی کی طرح صحبت و بیعت اکابر اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی ہو سکتا ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں کہ: "اول مجاہدۂ نفس ضروری ہے اور جب اس میں ریاضت کرے گا تو معرفتِ روح خود بخود حاصل ہوتی جائے گی اور یہ معرفت حقیقی اس ھدایت میں سے ہے جن کے بارے میں پروردگارِ عالم نے فرمایا ہے: "وَالَّذِينَ جاهَدُوا فِينا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنا"... الآية، یعنی اور جن لوگوں ہمارے راستے میں جہاد (مجاہدہ) کیا ہم انہیں ضروری اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور جس نے معرفت، ریاضت کی منازل کو طے نہ کیا ہو۔ اس کو روح کے حقائق پر دلائل سوچنے یا بیان کرنے کی اجازت نہیں" اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ہدایت کے لئے مجاہدہ کو سبب بنایا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت پہلے عطا فرمائی ہے اور علمِ کامل بعد میں عطا فرمایا خصوصا رسول اللہ ﷺ کو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "حتی جاء الحق وهو فی غار حراء فجائه الملک فقال اقراء فقلت ما انا بقاری... الحديث" اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بیعت کے لئے یا ولایت و ارشاد کے لئے پہلے ہر شعبے کا علم حاصل کرنا اور مروجہ فنون کا

حاصل کرنا شرط و لازم نہیں ہے۔ اور پھر بعد میں اللہ تعالیٰ اس کو علوم شرعیہ ضروریہ سے نوازتا ہے جس واسطہ سے بھی ہو۔

(۵) نکتہ خامسہ: یہ ہے کہ فقہاء احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چھ طبقات بیان کئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی کون بن سکتا ہے اور کس کا فتوی قابل قبول ہو گا؟ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجموعہ رسائل ص ۱۱ ج اول میں ذکر کیا ہے کہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے چھ طبقات ہیں۔

(۱) مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فی الشرع مثلا آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۲) مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فی المذھب مثلاً (امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۳) مجتہدین فی المسائل مثلاً امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ طاہر بن عبد الرشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۴) اصحاب التخریج، مثلا امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

(۵) اصحاب الترجیح مثلا صاحب ھدایہ و صاحب قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا۔

(۶) اصحاب التمیز، مثلاً صاحب الکنز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب المختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب الوقایۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب المجمع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیرھم۔

ان کے علاوہ ساتواں درجہ (مقلدین، محض علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کا ہے۔ لہٰذا مفتی ان مذکورہ چھ طبقوں میں سے ہو گا۔ اگر ساتویں درجہ (مقلدین محض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) میں سے کوئی

عالمِ فتویٰ دینا چاہے تو اسے ان مذکورہ چھ طبقات میں سے کسی کا قول نقل کرنا لازم ہو گا۔ ورنہ اس کا فتویٰ یا قول مردود ہو گا۔ اور جو ان کی تقلید (بدون نقل از فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کے کریں تو "فالویل لمن قلدھم کل الویل" آہ... اس کے لئے پوری ہلاکت ہے۔ کیونکہ اس برائے نام مفتی میں استنباط و اجتہاد کی اہلیت و شرائط نہیں پائی جاتیں تو بجائے ھدایت کے ضلالت و گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ تو اس پر لازم ہے کہ مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حوالہ سے بات کریں۔[17]

یہ بات اس لئے بیان کی گئی ہے کہ فنون کی تین اقسام ہیں:

(۱) علم العقائد (۲) علم الفقہ (۳) علم التصوف (الاخلاق)

اور انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو جن امور کی طرف دعوت دی ہے ان میں زیادہ مہتم بالشان ہی تین امور و فنون ہیں یعنی (اصلاح العقائد و الاعمال و الاخلاق) (کما فی التفہیمات الالٰھیۃ ج ۱ و مقدمۃ شرح العقیدۃ الطحاوی بالاردیۃ) پس علم العقائد میں ان علمائے اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی بات یا فتوی قابلِ قبول ہو گا جو اس علم و فن کے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوں گے۔ مثلاً سیدنا امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سیدنا امام ربانی مجد د الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور علم الفقہ میں اس علم کے مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم مثلاً آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور مذکورہ چھ طبقات کے فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اور فتویٰ حجت ہو گا۔۔ اسی طرح علم التصوف (الاخلاق) میں ان علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے قول و فعل و فتویٰ کا اعتبار ہو گا جو اس فن کے مجتہد رحمۃ

---

[17] (راجع مجموعۃ الرسائل ص ۱۱ ج اول، فتاوی رد المحتار، للشامی ص ۵۲، ۵۳، ج ا، ایضا، ص ۷۴، ج ۱ مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت)

اللہ تعالیٰ علیہ و مسلمہ آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں مثلا حضرت سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیر ھم، لہذا اگر کوئی عالم یہ بات کہتا ہے کہ امی شخص ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہیں بن سکتا) اور وہ اپنے اس فتویٰ پر کسی مسلم مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی التصوف کا قول بطورِ دلیل پیش نہ کرے اور نہ وہ خود مجتہد ہے تو ایسے شخص کا فتویٰ مردود اور ناقابل قبول ہو گا۔ کیونکہ "لکل فن رجال" یعنی ہر فن کے لئے اپنے مجتہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و محقق ہوتے ہیں۔ (فافہم) اور فن تصوف کے آئمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم و محققین کے حوالہ جات سے امی کی ولایت و ارشاد پر دلائل پیش ہوئے اور بعض آئمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شرطِ علم کے محامل صحیحہ بیان ہوئے ہیں کہ علمِ شرعی ضروری خواہ قرأۃ کتب سے ہو یا صحبت اولیائے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے ہو یا بفضلِ الٰہی الہام و کشفِ راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے ہو۔ کمامر تفصیلا۔

(۶) نکتہ سادسہ: یہ نکتہ کامل مکمل حقیقی مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط میں ہے کہ حقیقی کامل مکمل مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامعِ علومِ ظاہرہ اور باطنہ ہوتا ہے۔ اس کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صحتِ عقیدہ: یعنی شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہو گا جس کا عقیدہ حقیقی اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے عین مطابق ہو گا کسی بھی گمراہ فرقے کا شخص نہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے اور نہ ہی شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سکتا ہے۔

(والتفصیل فی الکتب المعتبرۃ۔ والمکتوباتِ المجددیۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۲) عملِ صالح: صحتِ عقیدہ کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ سے بھی مزین ہو گا یعنی حتی المقدور فرائض و واجبات و سنن موکدہ پر عمل کرنا اور حرام و مکروہات تحریمہ سے اجتناب کرنا اس کا شیوا ہو گا۔ اور سنن زائدہ و مستحبات اور اولیٰ و عزیمت پر بھی عمل کرتا ہو یعنی حتی المقدور۔

(۳) نور و فیض: کسی کامل مکمل شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صحبت یافتہ ہو اور اس شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے باطنی انوار و تجلیات، حرارت و فیض اور حیاتِ لطائف حاصل کر چکا ہو اور واصل الی اللہ ہو اور اس کا فیض متعدی ہو چکا ہو یعنی دوسروں کو فیض پہنچا سکتا ہو یعنی اس کی صحبت میں تاثیر ہو۔

(۴) سند کا اتصال: یعنی اس کا سلسلہ بغیر انقطاع کے نبی کریم ﷺ تک متصل ہو۔

(۵) اجازت یافتہ: شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت یافتہ ہو اور اس سے سندِ اجازت حاصل کی ہو۔

(۶) علمِ ظاہر ضروری: علم ظاہر بھی حاصل ہو چاہے وہ کتب پڑھنے سے ہو یا علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور اولیاء کاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال سننے یا ان کے افعال کو دیکھنے سے حاصل ہو۔ جس سلسلہ کا شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہو تو اس سلسلہ کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال و افعال کا تابع ہو اور ان کے بیان کردہ شرائط پر چل رہا ہو۔

(۷) فقیہ العصر مفتی اعظم سندھ شہید اہلسنت، استاذ العلماء محضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ (جس کی تائید میں مشہور و معروف علمائے اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم مثلاً قائدِ اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، رئیس القلم پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی، مفتی اہلسنت حضرت علامہ سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم، حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت

علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علامہ ابو الفضل مفتی محمد عبد الرحمٰن ٹھٹھوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں) میں پیرِ کامل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے:

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

جواباً عرض یہ ہے کہ کامل بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ارشاد ہے کہ جس پیر میں جب تک چار باتیں نہ ہوں۔ اس وقت تک ایسے شخص کا مرید ہونا حرام ہے۔

(۱) پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کم از کم اتنا علمِ دین ہو کہ حلال اور حرام، جائز اور ناجائز میں تمیز کرسکے۔ (یعنی تمام علوم مروجہ و درسِ نظامی کا حصول شرط نہیں نیز علم دین ضروری بھی درسِ نظامی یا علوم مروجہ پر موقوف نہیں بلکہ صحبتِ علماء راسخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے التزام اور ان کے اقوال سننے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ (کمامر تفصیلا)

(۲) کہ شریعت پر عمل کرتا ہو اس کے کسی عمل پر شریعت کا اعتراض نہ ہو۔

(۳) کہ صحیح العقیدہ، اہل سنت و جماعت کا ہو۔ وہابی جماعت اور گستاخ دیوبندی نہ ہو۔

(۴) کہ اس کا سلسلہ طریقت حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک متصل ہو اور کسی کامل مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے مرید کرنے کی اجازت و خلافت ملی ہو۔[18]

(۵) اس کی صحبت میں تاثیر اور نور و فیض مخلصین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو حاصل ہوتا ہو۔ ملخصاً

---

[18] (فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ ص ۳۶۵ ج ۱)

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موافق دیگر شرائط بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۸) فناوبقااور عروج ونزول کی دولت سے مشرف ہو۔[19]

(۹) جذبہ اور سلوک کی دولت سے مالامال ہو لیکن اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو کبریتِ احمر ہے **"کلامہ دواءو نظرہ شفاء"** احیاء دلھائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است) یعنی ایسا شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو تو وہ کبریتِ احمر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفاء ہے اس کی توجہ شریف پر مردہ دلوں کی حیات منحصر ہے۔[20]

(۱۰) سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ، اور سیر فی الاشیآء، کو مکمل طور پر قطع کیا ہو یا بالفاظِ دیگر اس کا قلب سالم، نفس مطمئن اور عناصر معتدل ہو یا بالفاظ دیگر ولایت صغریٰ (فیض صفات فعلیہ) ولایتِ کبری (فیض صفاتِ حقیقیہ) ولایت علیا (فیض اسم الباطن اور اسماء و شیونات) کمالاتِ ثلثۃ (کمالات نبوت ، کمالات رسالت، کمالات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اولو العزم یعنی تجلیاتِ ذاتیہ و اعتبارات) حقائق سبعہ (حقیقۃ کعبۂ ربانی سے لیکر حقیقت معبودیت صرفہ تک اور حقیقتِ ابراہیمی علیہ السلام سے لیکر حقیقتِ محمدی ﷺ اور حقیقت احمدی ﷺ تک) اور حب صرف اور لاتعین تک کے درجات و مراتب سے مشرف ہو۔ اگر ان مقامات میں سے بعض کے ساتھ مشرف ہو اور بعض کے ساتھ مشرف نہ ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ کہلائے گا۔ مثلاً اگر ولایاتِ ثلثۃ کے مراتب پر فائز ہو لیکن کمالات و حقائق ومابعد مراتب پر فائز نہ ہو اور فیضِ عالم امر سے بہرہ ور ہو مگر نفس و قالب (عالم خلق) کی تزکیہ سے متصف نہ ہو تو کامل مکمل مطلق نہیں ہاں اگر فیض متعدی ہو گیا ہو تو کامل مکمل من وجہ دون وجہ آخر ہو گا یعنی خلافتِ مقیدہ یا خلافت مطلق اضافیہ کا اہل ہے نہ

---

[19] (مکتوب نمبر ۲۹۲ ج ۱)

[20] مکتوب (۲۹۲ ج ۱)

کہ خلافت مطلقہ حقیقیہ کا۔ **وغیرھا من الشرائط**۔ مزید تفصیل کے لئے مکتوبات سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حجۃ السالکین، للغوث محمد جان النقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور ہدایۃ السالکین از افادات مجدد دوران قیوم زمان قطب الارشاد حضرت سیدنا خواجہ سیف الرحمٰن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ودامت برکاتھم وفیوضاتھم کا مطالعہ فرمائیں۔

(۷) **نکتہ سابعہ:** جس طرح مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چار مذاہب میں حصر فضل الٰہی اور اجماعِ سے ثابت ہے اسی طرح سلاسل معرفتِ الٰہی کا چار سلاسل معروفہ میں حصر بھی فضل الٰہی ہے۔ اور وہ چار سلاسل یہ ہیں:

(۱) سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ
(۲) سلسلہ عالیہ علویہ چشتیہ
(۳) سلسلہ عالیہ علویہ قادریہ
(۴) سلسلہ عالیہ سہروردیہ

ان میں سے تین سلاسل (قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کی شرائط ان سلاسل کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں میں درج شدہ تحقیقات کی موافق (جیسا کہ سیر السلوک اور مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) کثرتِ ذکر لسانی مع حضور قلبی
(۲) کثرتِ خلوت عن الناس
(۳) ترکِ دنیاوزینت وخواہش جس کو لفظ (زھد) میں اشارہ ہے)
(۴) ترکِ نکاح الی ان یصل الی مقام الکمال والتکمیل
(۵) کم بولنا
(۶) کم کھانا
(۷) لوگوں سے کم میل جول رکھنا
(۸) کثرتِ ریاضت
(۹) کثرت اربعینات وغیرھا۔

بقیہ شرائط جاننے کے لئے مکاتیب شریفہ اور ھدایت السالکین کی طرف رجوع فرمائیں۔ اور دیگر مطولات تصوف کو رجوع فرمائیں۔

شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرائط کے ساتھ ساتھ مذکورہ سلاسل ثلاثہ کی شرائط پر عمل کرنا اس پر فتن دور میں نہایت مشکل ہے اور جب تک مذکورہ شرائط کے ساتھ ان سلاسل میں ریاضت و مجاھدہ نہ کیا جائے تو مقصودی چیز (تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور معرفِ الٰہی) کا حصول امکان عادی سے خارج ہے جبکہ سلسلۂ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ میں زیادہ کام شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ ان کی توجہ کی برکت سے سالک بہت جلد مقاماتِ عالیہ میں ترقی و عروج حاصل کرلیتا ہے۔ (کماحققہ سیدنا الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفۃ) جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کی صحبتِ اقدس و توجہ شریف کی برکت سے بہت جلد مقامات عالیہ حاصل کر لئے تھے حتیٰ کہ بعد میں آنے والے تمام اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے افضل ہوگئے۔ اسی لئے تمام اہل سنت وجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات پر متفق ہیں کہ "تمام قطب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابدال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اغواث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرھا ایک ادنیٰ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آپس کے درجات کے اعتبار سے) کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابتداء ہی سے صحبت خیر البشر ﷺ کی برکت سے وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو بعد کے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو شاید انتہا میں بھی کم حاصل ہو۔ (کماحققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی رسول ﷺ ہیں اور عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں) میں سے کون سا افضل

ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا کہ جو غبار (گرد) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں (معیتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں) داخل ہوا وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے۔ (یعنی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غیر صحابی سے یقیناً افضل ہے) (فلا تعدل بالصحبة شيئا۔ ملخصاً مکتوبات شریف) یعنی صحبت کے برابر کوئی شے نہیں ہے۔ حضرت سیدنا وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحبتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی برکت سے حضرتِ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہوئے۔ "فانظر الی بركات التوجه و الصحبة" اس سلسلۂ عالیہ کے شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ سو چلوں کا کام دیتی ہے (قالہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی جو ترقی عروج دیگر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سو چلوں میں شاید حاصل کر سکیں وہ ترقی و عروج حقیقی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرات شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ شریف سے حاصل کر لیتے ہیں۔ جس طرح حنفی مذہب دیگر مذاھب سے افضل اور زیادہ اوفق بالکتاب والسنۃ اور ادق و اکمل ہے اسی طرح صدیقی نقشبندی نسبت باقی نسبتوں سے کئی وجوہات کے اعتبار سے اعلیٰ، افضل، ادق، اقرب، ایسر، اکمل، ادل، اسبق، اجل، اقدم اور اشرف ہے۔ (کما حققه الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنه فی مکتوباته)

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند	کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
ھمہ شیر ان جہان بستہ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بکسلید ایں سلسلہ را
قاصرے گر کند این طائفہ را طعن قصور	حاشاللہ کہ برارم بہ زبان این گلہ را

(مکتوبات شریف)

یعنی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بزرگ حضرات عجیب سالار قافلہ ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حملوں سے اس سلسلے کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا زبانِ طعن دراز کرے تو اس کی مرضی، میں تو خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا شکوہ زبان پر لاؤں حضرت امام ربانی، واقفِ سرلامکانی، واقف تشابہات قرآنی، مجدد و منور الف ثانی، الشیخ احمد الفاروقی السرھندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ عالم ربانی، مجتہد فی علم الکلام، صوفی اعظم، مجدد الف، قیوم زمان اور راسخ فی العلم اور چاروں سلاسل کی جامع شخصیت تھے اور جن کی شخصیت کو نہ صرف اہلسنت والجمات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلکہ دیگر تمام گمراہ فرقوں کے ہاں بھی مقبولیت حاصل تھی، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں مقبولیتِ عامہ سے نوازا تھا) نے اپنے متعدد مکاتیب شریفہ میں افضلیت نقشبندیہ کی مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں حالانکہ وہ خود پہلے سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور سلسلہ کبرویہ میں مولانا یعقوب صرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلیفہ مجاز تھے لیکن اس کے باوجود حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر کمالاتِ عالیہ اور معارفِ دقیقہ حاصل کئے یعنی حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چاروں سلاسل کے حقیقی فیض یافتہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکتوب نمبر ۲۹۰، ۱۵۱، ۱۳۱، ۲۰۶، ۲۰۰، ۱۱۰، ۱۹۰، ۱۶۸، ۹۰، ۵۸، ۲۱ وغیرہا (ج۱ دفتر اول میں اور مکتوب نمبر ۳۵، ۴۳، ۴۲، ۲۳، ۱۸ وغیرھا (ج۲ دفتر دوم) میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت کی صراحت فرمائی ہے۔

ہم چند وجوہات یہاں بیان کرتے ہیں:

نسبتِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اس سلسلہ عالیہ کی نسبت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے اور باقی تینوں سلاسل کی نسبت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیثِ مبارکہ ہے:

"ماصب اللّٰہ یشأفی صدری الاصببتہ فی صدر أبی بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ"۔[21]

ترجمہ: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو کچھ (انوار و تجلیات و فیوضات و برکات) میرے سینے (مبارکہ) میں اللہ نے انڈیلے ہیں وہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینۂ (مبارکہ) میں انڈیل دیئے ہیں۔ (توجہ اور انعکاس سے) جس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں۔ (جیسا کہ جمیعِ اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "من لدن عھد الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ الی زمننا ھذا" کا متفقہ عقیدہ ہے کہ "افضل البشر بعد الانبیاء علیھم السلام بالتحقیق سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ" یعنی "انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے تحقیقاً افضل ہیں" اسی طرح ان سے منسوب سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ بھی دیگر سلاسل سے اسی وجہ سے افضل ہے۔ کماحققہ سیدنا الامام الربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مفتیٔ اہل سنت مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ کے ص ۳۵۹، ج ا پر سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ نقشبندیہ کی افضلیت کے بارے میں استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں کہ: "سلسلہ قادریہ کی ابتداء سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء

---

[21] (رواہ الامام السیوطی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ فی الحاوی للفتاوی)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ افضل ہے اس لئے کہ اس میں اتباع شریعت کی بہت تاکید ہے اور قادری سلسلہ کی انتہاء نقشبندیہ کی ابتداء ہے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت اپنے ہم عصر اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہے نہ کہ کل پر"۔ اسی طرح تحقیق سیدنا امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریفہ میں اور علامہ عبد النبی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجموعۃ الاسرار میں بھی فرمایا ہے۔

(۲) التزامِ سنت و اجتنابِ بدعت: افضلیتِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک وجہ التزامِ سنت النبوی ﷺ اور اجتنابِ بدعت ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کے بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور عزیمت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے احوال و مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق و معارف کو شرع شریف کا خادم تصور کیا ہے۔ اگر سنت کی تابعداری کی دولت انہیں حاصل ہو اور احوال و کشف وغیرہا کچھ حاصل نہ ہو تو خوش ہوتے ہیں ۔ اور اگر باوجود احوال (باطنی کیفیات) کے متابعتِ (شریعت) میں قصور و کمی معلوم ہو تو انہیں احوال پسند نہیں۔ حضرت خواجہ سیدنا عبد اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تمام مواجید و احوال ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں جانتے اور اگر اعتقادِ اہل سنت والجماعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیں دے دیں اور احوال و کرامات وغیرہ کچھ نہ دیں تو پھر بھی کچھ غم نہیں۔ [22]

---

[22] (مکتوبات شریف ج ۱)

اور بدعتِ حسنہ (جب وجوب کے درجہ میں نہ ہو اور شعارِ اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی نہ ہو) سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ اور خصوصاً جب کہ وہ رافع سنت بھی ہو کیونکہ اس میں نور نہیں پاتے اور سن ۱۰۰۰ھ کے بعد بدعتِ حسنہ کی گنجائش بھی کم رہ گئی ہے کیونکہ یہ دور فتن ہے اور اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بعض فتنے بھی بدعتِ حسنہ کے نام پر اٹھیں گے تو اسلئے بھی گریز کرتے ہیں۔
ریاضاتِ شاقہ (جس میں شہرت و آفت زیادہ ہوتی ہے) جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار نہیں کیئے تھے، کی بجائے التزامِ سنت (خواہ موکدہ ہو یا زائدہ) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔

(کماصرّح بہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفۃ)۔

(۳) ابتداء کا انتہاء مندرج ہونا: اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ابتداء میں دیگر سلاسل کی انتہاء (یعنی صورتِ انتہاء) مندرج ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرز پر ہے اور جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک صحبتِ نبوی ﷺ میں جو کمالات حاصل ہوتے تھے وہ اولیاءِ امت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو انتہاء میں بھی شاید بہت کم میسر ہوں۔ اسی طرح اس سلسلۂ عالیہ کے حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ابتداء میں ہی وہ کچھ پالیتے ہیں جو دیگر سلاسل کے حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو انتہاء میں حاصل ہوتا ہے۔ "فھی طریق اندراج النھایۃ فی البدایۃ بطریق الانعکاس والتوجہ والمحبۃ کما حققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراراً" بشرط یہ کہ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کامل مکمل حقیقی نقشبندی ہو کیونکہ موصل (پہنچانے والا) پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ نہ کہ صرف سلسلہ۔ تو امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

(۴) اقرب و ایسر: یہ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ تمام سلاسل کی نسبت اقرب یعنی وصول الی اللہ میں سب سے زیادہ قریب ہے کیونکہ نقشبندی اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک توجہ سو چلّوں کا کام دیتی ہے اور سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔۔اور عمل کرنے اور اس کی شرائط پوری کرنے میں سب سے زیادہ آسان بھی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادی شرائط دو ہی ہیں۔(۱) صحبتِ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع الآداب (۲) التزامِ سنتِ نبوی ﷺ۔

حضرت خواجہ ٔخواجگان سیدنا محمد بہاء الدین شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے“۔ کیونکہ اس میں جذب، سلوک پر مقدم ہے اور جذب میں اجتباء (چن لینا اور منتخب کر لینا) ہے کما قال اللہ سبحانہ ”اللہ یجتبی الیہ من یشآ ویھدی الیہ من ینیب“ اور اجتباء معبود و مقصود حقیقی کا فضل ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم۔

(۵) ذکرِ قلبی: اس سلسلہ ٔعالیہ ٔکی ابتداء ذکر قلبی سے ہوتی ہے بلکہ اس میں ذکر قلبی (خفی) ہی ہوتا ہے۔اور ذکر قلبی (خفی) ذکر لسانی سے ستّر (70) درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

کما فی الحدیث : الذکر الخفی الذی لا یسمعہ الحفظۃ سبعون ضعفا (رواہ الامام السیوطی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ فی الحاوی للفتاوٰی)

یعنی ذکر خفی جسے حفظہ فرشتے بھی نہیں سن سکتے وہ ستر (70) درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ ذکرِ قلبی (خفی) سے جذبِ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ جس سے عروج و ترقی جلدی سے ہوتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند	کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ راہ

اور ذکر قلبی ریآء سے بھی ابعد (دور) ہے اور حضور دائم بھی ذکر قلبی میں متصور ہے کیونکہ اس میں فتور و انقطاع نہیں ہوتا کماحققہ العلامۃ المظہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ اور اس سلسلہ میں لسانی ذکر داخل کرنا بدعت فی الطریقت ہے۔

(کمافی المظہری والمکتوبات الشریفۃ)

مگر یہ کہ کوئی ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیگر سلاسل کی مناسبت سے خفیۃ یا جہراً کریں تو ٹھیک ہے جب دیگر سلاسل کا بھی جامع ہو۔۔ جب ذکر قلبی (خفی) کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ ذاکر اس آیت کریمہ کامصداق بن جاتا ہے کہ:

رجال لاتلھیھم تجارۃ و لابیع عن ذکر اللہ ... الخ الآیۃ کما حققہ العلامۃ الامام محمود الآلوسی البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تفسیرہ روح المعانی ذیل ھٰذہ الآیۃ الکریمۃ فلیراجع۔

(۶) تجلی ذاتی دائمی: اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی (فناء وبقاء کے بعد) تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوتی ہے جبکہ دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجلی ذاتی برقی ہوتی ہے یعنی بجلی کی طرح نمودار ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہے اور عارضی شے پر دائمی شے کو فضیلت و فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ ''قیاس کن زگلستان میں بہار مرا'' یعنی ''میرے گلستاں سے میری بہار کا اندازہ کرلو''۔ اور دیگر سلاسل کے بعض اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو تجلی ذاتی دائمی حاصل ہوئی ہے وہ بھی نسبتِ صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور اقتباس ہے جس طرح حضرت ابو سعید خزاز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جبہ مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصولی کی وجہ سے تجلی ذاتی دائمی نصیب ہوئی تھی اور دائمی حضور اور یاداشت کے مقام سے سرفراز ہوئے تھے۔

(کماحققہ الامام الربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المکتوبات الشریفۃ المجلد الاول)

(۷) نسبتِ اصحاب النبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ایک وجہ فضیلتِ نقشبندیہ یہ ہے کہ یہ نسبت بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ پر صحبت، محب، آداب، انقیاد، اور اتباع سنت پر مبنی ہے حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد بزرگوار خواجہ شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام سلسلوں (قادیہ چشتیہ، سہروردیہ) کی نسبتوں کا خلاصہ نسبتِ نقشبندیہ ہے اور ہم بھی اب خود اسی نسبت پہ قائم ہیں"۔(زبدۃ المقامات)

اور مقدمہ مکتوبات شریفہ اردو از قاضی عالم الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشبندی مجددی نسبت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک روحانی فیصلہ چاروں سلاسل کا فیض مندرج ہو چکا ہے پس جو اس نسبت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کو چلاتا ہے اس کو چاروں سلاسل کا فیض اور چاروں سلاسل کے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانی مدد و خوشحالی مل جاتی ہے۔(ملخصاً تفصیل وہاں درج ہے)

طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتا رہا۔ سب سے پہلے طریقہ صدیقیہ سے مشہور ہوا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ مبارک سے شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور تک رہا پھر حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک طریقہ صدیقیہ طیفوریہ سے ملقب ہوا۔ پھر حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیدنا شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صدیقیہ طیفوریہ خواجگانیہ کہلانے لگا۔ پھر سیدنا شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجتہادی کوششوں اور مخلصانہ جدوجہد کی بدولت یہ طریقہ صدیقیہ طیفوریہ خواجگانیہ نقشبندیہ سے مشہور ہو گیا۔ پھر حضرت امام ربانی، شہباز لامکانی، واقفِ متشابہاتِ قرآنی، مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی اجتہادی اور تجدیدی کوششوں سے یہ طریقہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ کہلانے لگا۔(کما فی تحفة النقشبندیة شرح حدیقة الندیه خالدیه)

اور اس زمانے میں حضرت خواجہ ٔخواجگان، قطب ارشاد، قیوم زمان، مجدد عصر رواں جامع طرق اربعہ مجمع البحرین علامہ و خواجہ سیف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زید مجدہ (جو متابعت نبوی علی التحیۃ والصلوۃ والثناء کے درجاتِ سبعہ سے متصف ہیں اور کامل و حقیقی وارث النبی ﷺ ہیں)نے اپنی اجتہادی اور تجدیدی کاوشوں سے سلسلہ ٔعالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو صحیح طرز پر قائم ودائم فرمایا ہے اور فیضِ نقشبندی و مجددی کو اپنی آب و تاب کے ساتھ باکمال طریقہ ٔسے مشرق و مغرب اور شمال وجناب میں پھیلایا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سلسلہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ سے مشہور ہوگیا ہے پس سیفی کوئی نیاعقیدہ، مذہب نہیں بلکہ حضرت مرشد نامبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجدیدی خدمات کی بناء پر سلوک و تصوف کی تبرکی نسبت ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کئی اور وجوہات بھی ہیں جن کی وجہ سے سلسلہ ٔعالیہ نقشبندیہ دیگر سلاسل سے افضل و بہتر ہے جنہیں علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اپنے اپنے مقامات پر بیان فرمایا ہے۔(مکمل تفصیل مکتوبات شریف، تفسیر مظہری، مکاتیب شاہ غلام دھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں موجود ہے۔)

تنبیہ: ایک ضروری بات یہ ہے کہ نقشبندیہ سلسلے کی افضلیت بیان کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ دیگر سلاسل کی کوئی اہمیت یا فضیلت نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہر ایک سلسلہ عالیہ کے اپنے فضائل وبرکات ہیں اپنی شرائط کے ساتھ۔ کیونکہ یہ تمام سلاسل، دریائے نبوی ﷺ کی نہریں ہیں، جو دریائے نبوی اسے سیراب ہوتی ہیں کیونکہ ان سلاسل سے مقصود اصلی رضائے الٰہی اور معرفت الٰہی کا حصول ہے لیکن شرط صرف یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہو اور سلسلہ کو

اپنے اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی شرائط و آداب کے مطابق چلا رہا ہو، چاہے وہ کسی بھی سلسلہ کا ہو اور مرید متبع شرع اور طالب صادق ہو۔ اگر یہ دونوں نہ ہو یا ایک نہ ہو تو کسی سلسلہ عالیہ کی فضیلت سے اسے فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ لیکن پھر بھی حقیقی نقشبندی مجددی نسبت کو تمام نسبتوں پر فضیلت حاصل ہے اور سب سے اقرب و ایسر ہے اور یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق ہے جو کہ چاروں سلاسل کے جامع اور ہزار سالہ مجدد ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اس سلسلہ کی حقیقی باشرائط بزرگوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض وبرکات سے بھی مستفید ہو جائیں (**وفقنا اللہ سبحانه لذالک بجاه حبيبه** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تعدد پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جواز و عدم جواز اور وجوب کی تحقیق کیلئے ہمارے مرشد مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب "**هداية السالكين**" کی طرف رجوع فرمائیں تشفّی ہو جائے گی ، رہا سلاسلِ اربعہ کے اسباق اور اس کی ترتیب تو اس کیلئے بھی ہدایت السالکین اور بعض مکاتیبِ مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تعصب و عناد سے بچائے اور چاروں سلاسل کے فیوضات و برکات اور بالخصوص سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام کمالات وبرکات سے بہرہ مند فرمائے اور ہمیں استقامت، عفو ومغفرت، عافیت دارین، خیر الدنیاوالآخرۃ اور وراثتِ حقیقی سے نوازے۔

بفضلہ و کرمہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ اتباعہ اجمعین و بطفیلِ حبیبہ اآمین یارب العٰلمین
بحرمۃ سید المرسلین علیہ افضل الصلوت و اکمل التسلیمات۔
و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

(العطایا السیفیۃ فی فتاویٰ النقشبندیۃ، حصہ ھشتم)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی
حال فقیر کالونی اور نگی ٹاؤن
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ